جناب مسعود احمد

شیخ عثمان دان فودی

شیخ عثمان دان فودی[۱] جن کو دان فودیو بھی کہا جاتا ہے مغربی افریقہ میں تیرھویں صدی ہجری اور اٹھارویں صدی عیسوی کی ایک عظیم الشان تاریخ ساز شخصیت تھے۔ ان کے کارناموں کا جغرافیائی تعلق مغربی افریقہ کے اس خطہ سے ہے جس کو وسطی اور مغربی سوڈان کہا جاتا ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ تاریخ میں سوڈان سے مراد وہ ملک نہیں جو بحیرۂ قلزم کے مغربی ساحل پر اور مصر کے جنوب میں واقع ہے اور جس کا دارالحکومت خرطوم ہے۔ بلکہ وہ خطہ مراد ہے جو مغرب میں دریائے سینیگال سے لے کر مشرق میں دریائے نیل تک پھیلا ہوا ہے۔

دریائے سینیگال سے دریائے نائیجر کے مغربی کنارے تک مغربی سوڈان کہلاتا ہے اور دریائے نائیجر کے مشرقی کنارے سے جھیل چاڈ تک وسطی سوڈان کا علاقہ ہے اور جھیل چاڈ سے دریائے نیل تک کی زمین مشرقی سوڈان کے نام سے موسوم ہے۔

۱؎ دان فودی کے معنی ہیں فودی کا بیٹا۔ دان بمعنی ابن۔ فلانی قبیلے کی زبان فلفلڈے کا لفظ ہے۔ فودی کے معنی عالم اور فقیہہ کے ہیں۔ بعض کے نزدیک اس کے معنی عقلمند اور مصنف کے بھی ہیں۔ اور یہ معنی بھی عالم اور فقیہہ کے ہی مترادف ہیں۔

اِس کے ہجے رومن حروف میں مختلف طور پر کیے جاتے ہیں مثلاً (Fudi) فودی، (Fodio) فودیو، (Fodiye) فودیئے، (Fodiyi) فودیئی، (Fodiwe) فودوے، (Fedio) فیدیو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ عربی سے مشتق ہے اور جیسے آخر الذکر ہجے سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ فیضی کی بگڑی ہوئی شکل ہو سکتی ہے مغربی افریقہ کے مسلمان قبیلوں کی عادت ہے کہ وہ عربی کے اسمائے معرفہ کو ساکن نہیں رہنے دیتے۔ بلکہ اس کو فتح اور کسرہ اور ضمہ کی آوازوں پر ختم کرتے ہیں۔ جیسے ابوبکر سے بکری۔ آدم سے آدما۔ عمر سے عمرو۔ علی سے علیّ وغیرہ۔

چونکہ اسلام مغربی افریقہ میں اور خاص طور پر مغربی اور وسطی سوڈان میں شمالی افریقہ کے تاجروں کی تبلیغ کے نتیجہ میں پہنچا۔ اس لیے وہاں اسلامی عرب تمدن کا نفاذ اس طرح نہ ہو سکا جس طرح شمالی افریقہ یا ان علاقوں میں ہوا جن کو عربوں نے خود فتح کیا تھا۔ اسی لیے بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ ایک اسلامی سلطنت کے قائم ہو جانے کے بعد بھی ایسے حالات ظاہر ہو جاتے جو نہ صرف غیر اسلامی ہوتے بلکہ اسلام کے لیے نامساعد بھی ہوتے تھے اور مسلمان بالکل بے یار و مددگار ہو کر رہ جاتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اگر کہیں کسی شاہی خاندان کے مسلمان افراد تخت نشین ہو بھی جاتے تو کچھ اپنے غیر مسلم عزیز و اقارب کے دباؤ کی وجہ سے اور کچھ رعایا میں بغاوت کے خوف سے مداہنت پر مجبور ہو جاتے تھے۔ حتیٰ کہ تبلیغ کے فریضہ کی ادائیگی میں بھی کوتاہی دکھاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی تو مالی اور سنگھائی جیسی عظیم سلطنتیں مسلمانوں کے ہاتھوں قائم ہوئیں اور کبھی ایسا معلوم ہوتا کہ مغربی افریقہ میں اسلام اپنا دور پورا کر چکا ہے۔ اس ضمن میں ہم کو دور حاضر کے سوڈانی تاریخ کے ایک ماہر آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر تھامس ہاجکن کی اس رائے سے متفق ہونا پڑتا ہے:

"سوڈان کی تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ اسلام کی اشاعت کو کبھی نامساعد حالات کا سامنا کرنا پڑتا اور کبھی ایسا معلوم ہوتا کہ سارا سوڈان مسلمان ہو جائے گا۔ یہاں یکے بعد دیگرے ایسے دور آتے ہی رہتے تھے۔"

پروفیسر ہاجکن کے مندرجہ بالا مقولہ کی روشنی میں ہوسا (Hausa) قبیلے کے حکمرانوں کے خلاف شیخ عثمان دان فودی کے جہاد اور ان کے اصلاحی کارناموں کو اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔

ہوسا قبیلے کے لوگ دریائے نائیجر کے مشرقی کنارے سے جھیل چاڈ تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کا مرکزی مقام موجودہ ملک نائیجیریا کے شمالی علاقہ میں ہے۔ ان کی ابتدا کے بارے میں معلوم کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ سوائے کہانیوں کے کوئی حتمی ثبوت موجود نہیں۔ روایت ہے کہ ان کی سات ریاستیں قائم ہوئیں ۔ پہلی

---

۵ ٹریمنگھم کے مطابق کانو کرانیکل (Kano Chronicle) میں مذکور ہے کہ ایک عرب شہزادہ

دورا (Dora) کانو (Kano) رانو (Rano) کٹسینا (Katsina) زازاؤ (Zazau) گارن گاباس (Garin Gabas) اور گابر (Gobir) - رفتہ رفتہ ہاؤسا حکمرانوں نے اردگرد کے قبیلوں کو مغلوب کر کے کچھ اور ریاستوں کا اضافہ کیا۔ جن میں زمفارا (Zamfara) کیبی (Kebbi) یوری (Yuri) اور باؤچی (Bauchi) خاص طور پر مشہور ہوئیں۔ ان ریاستوں کے حکمران مختلف اوقات میں اسلام قبول کرتے رہے اور اٹھارویں صدی تک وہ تمام مسلمان ہو چکے تھے۔

اس مضمون سے متعلق دوسرا قبیلہ فولانی (Fulani) مغربی افریقہ کے تمام قبیلوں سے مختلف ہے۔ شیخ عثمان دان فودی اسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ فولانیوں کا بادامی رنگ، چہرے کے خدوخال سیدھے بال، ستواں ناک اور پتلے ہونٹ ان کو دوسرے افریقی نژاد قبیلوں سے بالکل ممیز کر دیتے ہیں۔ ان کی ابتدا کے بارے میں عجیب عجیب کہانیاں بیان کی جاتی ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہاؤسا اور فولانی دونوں قبیلوں کا تعلق بربری نسل سے ہے۔ گیارھویں صدی عیسوی میں عرب کے قبیلے بنو ہلال کے شمالی افریقہ پر حملوں اور تاخت و تاراج کے وقت جو لوگ بربری علاقوں سے بھاگے تھے ہاؤسا اور فولانی قبیلوں کے آبا و اجداد بھی ان میں شامل تھے۔ جو لوگ بربری صحرا پار کر کے دریائے نائیجر کے مشرق میں آباد ہو گئے وہ ہاؤسا کہلائے اور جو مغرب میں سینی گیمبیا کے علاقوں میں آباد ہوئے، فلبے (Fulbe) کے نام سے موسوم ہوئے۔[۳] ان کی زبان فلفلڈے ہے۔ وسطی سوڈان میں انہی کو فولانی کہا

ابا یجیڈا جو غالباً ابو یزید سے بگڑا ہوا لفظ ہے، اور ڈورا کے علاقے میں آباد ہوا۔ اس وقت وہاں ایک ملکہ حکمران تھی۔ اس کی ریاست میں ایک سانپ بڑا ظالم تھا۔ اس اجنبی شہزادے نے اس کو مار ڈالا۔ ملکہ نے اس سے شادی کی اور ان کے سات بچوں نے سات ریاستیں قائم کیں۔ J. Spencer Trimingham, A History of Islam in W. Africa, London, Oxford University Press, 1962, P. 126.

[۳] آکسفورڈ یونیورسٹی پریس۔ H.A.S. Johnston, The Fulani Empire of Sokoto, 1967, P. 19-20.

جاتا ہے۔ ان کا پیشہ صدیوں سے مویشی پالنا رہا ہے۔

شیخ عثمان دان فودی اسی قبیلے کی ایک شاخ ٹرنکاوا (Trankawa) سے تعلق رکھتے تھے۔ فولانیوں میں یہی لوگ سب سے زیادہ حصولِ علم کی طرف مائل ہوئے۔ اس شاخ کے فولانیوں کا خیال ہے کہ فولانی دراصل عیسو کے ذریعہ حضرت اسحاق اور حضرت ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسل سے ہیں۔ اور اسی وجہ سے یہ لوگ دوسرے قبیلوں میں بہت کم شادیاں کرتے تھے۔ کئی سو سال بعد غالباً ۱۴۵۰ء میں شیخ عثمان کے ایک مورثِ اعلیٰ موسیٰ جاکولا فتاتورو یعنی سینیگال سے آکر ہؤسا علاقے میں آباد ہو گئے۔ جہاں مَرَّاٹا (Marrata) کے مقام پر شیخ ۱۷۵۵ء میں پیدا ہوئے۔ انہی دنوں ان کے والد محمد فودی نقل مکانی کر کے دیگل (Degel) چلے آئے۔ جو گوبر نامی ایک ریاست میں واقع تھا اور شیخ کی ہجرت تک ان کے خاندان کا وطن رہا۔

شیخ کی تعلیم کی ابتدا ان کے والد نے گھر سے شروع کی۔ وہ خود عالم تھے جیسا کہ ان کے نام فودی کے معنی ہیں۔ ان کا اصل نام محمد تھا اور ہو سکتا ہے کہ فودی ان کی علمیت کی وجہ سے ان کے نام کے ساتھ استعمال ہونے لگا۔ پھر مختلف اساتذہ سے تحصیلِ علم کے بعد دو سال وہ اپنے خاندان کے ایک بزرگ کے پاس اکتسابِ فیض کرتے رہے۔ ان کا نام ببنوڈو (Bibnuauwa) تھا۔ ان کی نیک سیرت وکردار کا اثر شیخ کی طبیعت پر بہت ہوا۔ شیخ کے بھائی عبداللہ دان فودی اپنی کتاب (Idaulnu-sukh) میں بتاتے ہیں [۴] یہ چچا بہت پاکباز، بااصول اور باضمیر بزرگ تھے۔ بلا خوف و خطر برائیوں پر احتجاج کرتے اور نیکیوں کی تلقین میں سرگرم عمل رہتے تھے۔ اسی وجہ سے شیخ نے ان کے نمونہ پر چلنا اپنے لیے شعار بنایا[۵]۔ اس کے بعد شیخ صحرا کے جنوبی کنارے پر اگادیس کے شہر میں جو موجودہ ملک

---

[۵] الحاج جنید (وزیر سکوٹو) کی کتاب تاریخ فولانی کے مطابق ٹرنکاوا تو حضرت اسحٰق علیہ السلام کے تیسرے بیٹے عیسو کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں جبکہ باقی فولانی عقبہ بن نافع کی مذکورہ شادی کے نتیجہ میں ان کی نسل سے ہیں اور غالباً اسی سبب سے ٹرنکاوا اپنے امتیاز کو برقرار رکھنے کی خاطر علم کی طرف دوسروں سے زیادہ مائل ہو گئے۔

نائیجیریا میں واقع ہے، ایک اور بڑے عالم جبرائیل دان عمر کے پاس شرفِ تلمذ حاصل کرنے چلے گئے۔ یہ بزرگ وسطی سوڈان میں اسلام کے سب سے بڑے عالم سمجھے جاتے تھے اور اپنے درس میں کتابی علم کے علاوہ اسلام کی اخلاقی فیض رسانی اور اصلاحی احادیث پر بہت زور دیتے تھے۔ شیخ عثمان کے بیٹے محمد بیلو نے اپنی کتاب انفاقِ میسور میں ان کو ایک ایسے چراغ سے تشبیہ دی ہے جو بے دینی کی ظلمت کو دُور کر دے اور دین کا احیا کرے۔ خود شیخ نے بھی اپنی تصانیف میں ان کا جا بجا ذکر کیا ہے اور بقول ہسکٹ (Hiskett) انھوں نے معلم جبرائیل کو ان الفاظ میں بھی خراجِ تحسین ادا کیا:

"قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس مبارک وجود (شیخ جبرائیل) سے استفادہ کا شرف حاصل کیے بغیر سنتِ نبوی پر عمل کی سعادت پا لیتا۔ اور قابلِ نفرین رسوم و رواج سے نجات حاصل کرنا ممکن ہوتا بھی یا نہیں شیئ۵۵۔"

ایک کتاب تو شیخ نے اپنے استاد معلم جبرائیل سے ہی مختص کی اور اس کے نام میں ہی اپنی عقیدت کا اظہار اس طرح کیا: "شفاء الغلیل ما اشکل فی کلام شیخ شیوخنا جبرائیل" اس پہلے دَور میں شیخ اپنے استاد کے پاس صرف ایک سال رہ سکے۔ کیونکہ معلم جبرائیل دوسرا حج کرنے چلے گئے اور شیخ کو اگادیس سے واپس آجانا پڑا۔ واپسی پر پھر دو اساتذہ سے انھوں نے حدیث کا دور مکمل کیا۔ ان میں سے ایک ان کے چچا محمد دان راجی تھے۔ علمِ حدیث آگے چل کر شیخ کے کردار اور اصلاحی کارناموں پر بہت اثر انداز ہوا۔ سنتِ نبوی کا شوق تو معلم جبرائیل کی صحبت میں میسر آیا اور اب جو خود حدیثوں پر عبور حاصل ہوا تو اس عقیدہ پر کامل یقین ہو گیا کہ نجات صرف سنّتِ نبوی کی پیروی پر ہی منحصر ہے۔ چنانچہ ان کی شاہکار تصنیف احیاء السنه والاخماد البدعه ہے، جو ۲۲۶ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۹۶۲ء میں مصر سے شائع ہو چکی ہے۔ پروفیسر آرنلڈ کی کتاب دعوتِ اسلام (Preaching of Islam) کے مطابق تحصیلِ علم کے بعد شیخ بھی حج کرنے گئے تھے اور وہاں شیخ عبدالوہاب کی تحریک سے بہت متاثر ہوئے تھے۵۶ لیکن دوسرے مؤرخین شیخ کے حج

---

۵۵ ایضاً، ص ۳۴

۵۶ دعوتِ اسلام، محکمۂ اوقاف لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۳۱۹

اعمالِ سیئہ اور اخلاقِ رذیلہ کے انسداد کی طرف توجہ دلائی گئی تھی ۔ اس کے بعد انھوں نے ایک اور رسالہ تحریر فرمایا جس میں یہ بتایا کہ ہاؤسا حکمران ایسے اعمال کے مرتکب ہو رہے ہیں جن پر جہاد کا جاری ہونا جائز ہوسکتا ہے ۔ اس رسالہ کا نام کتاب الفرق رکھا ۔ تیسرا رسالہ وثیقہ اہلِ سوڈان کے نام سے تحریر فرمایا ۔ یہ رسالہ [illegible] یہ بتانے کے لیے لکھا تھا کہ حالات اتنے خراب ہو چکے ہیں کہ اگر اصلاح کی کوئی صورت اختیار نہ کی گئی تو پھر نام نہاد مسلمانوں کو غیر مسلم گردانتے ہوئے ان کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جانا روا ہو جائے گا ۔ ان رسائل کے علاوہ اور بھی تصانیف ہیں جن میں متعدد مذموم رسوم و اعمال کا ذکر کیا گیا ہے ۔ مسائل المہما میں یہ بتایا ہے کہ فولانی مسلمانوں کو قید کرکے غلام بنایا گیا اور ان کو بیچا گیا حالانکہ کسی مسلمان کو غلام بنا کر بیچنا نہایت قبیح فعل ہے ۔ کتاب [illegible] لکھا ہے کہ ابھی تک دیوی دیوتا اور جن و ارواح کو [illegible] کے نام پر رسومات ادا کی جاتی ہیں اور ان پر قربانیاں چڑھائی جاتی ہیں ۔ کتاب تنبیہ الاخوان میں یہ خیال ظاہر کیا کہ ہاؤسا عوام ہیں تو اچھے مسلمان موجود ہیں لیکن حاکموں کو مسلمان تک نہیں کہہ سکتے ۔ ایک اور رسالہ بیان بدعت الشیطانیہ کے نام سے لکھا تھا جس میں یہ بتلایا کہ منافق قسم کے مسلمان ایسے غیر اسلامی اعمال کے مرتکب ہو رہے ہیں کہ وہ عباد الرحمٰن کے بجائے شیطان کے پیرو کار معلوم ہوتے ہیں اور ان لوگوں کی اصلاح کے لیے مؤثر تدابیر اختیار کرنے کی شدید ضرورت ہے

چونکہ یہ زمانہ قبائلی نظام کا تھا اور عوام اپنے اپنے قبیلوں میں منسلک ہونے میں ہی اپنا تحفظ پاتے تھے ۔ اس لیے خود شیخ عثمان کو بھی زیادہ تر اپنے قبیلے فولانیوں کی حمایت حاصل تھی لیکن غیر فولانی بھی ان کی اصلاحی تحریک میں شریک ہو گئے تھے ۔ جن میں ایک رئیس عبد السلام کا نام بہت نمایاں ہے ۔ اور بعض مؤرخین کے نزدیک وہ خود ایک ہاؤسا عالم دین تھے[۱۴] عبد السلام ہی کی وجہ سے وہ تصادم بھی ہوا جو باقاعدہ جنگ و قتال کی صورت اختیار کر گیا ۔ شیخ کے بیٹے محمد بیلو اپنی کتاب صدر الکلام

۱۴؎ کیمبرج ہسٹری آف اسلام ، جلد ۲ ، لندن ۔ ۱۹۷۰ ، ص ۳۶۸

علما نے تو نہایت شکر گزاری کے ساتھ انعام قبول کر لیے۔ لیکن شیخ نے بھرے دربار میں کھڑے ہو کر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے انعام و اکرام سے بیزاری کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر واقعی بادشاہ ان کو نوازنا چاہتا ہے تو چند مراعات کے سوا کوئی اور انعام وہ قبول نہ کریں گے۔ وہ مراعات یہ تھیں :

۱۔ ان کو تمام ریاست گابر میں وعظ کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔

۲۔ جو لوگ وعظ سننا پسند کریں ان کو روکا نہ جائے۔

۳۔ ہاؤسا مسلمانوں اور غیر ہاؤسا مسلمانوں میں کوئی فرق نہ کیا جائے۔ کیونکہ نو لائیوں پر سخت پابندیاں عائد تھیں جن سے ہاؤسا بالکل آزاد تھے۔

۴۔ کسانوں پر سے ٹیکس کا بوجھ ہلکا کیا جائے۔ کیونکہ ہاؤسا کاشتکار بہت کم تھے۔ ان کو تجارت اور صنعت سے زیادہ شغف تھا۔ اس طرح زمین کے مالیہ کا بوجھ غیر ہاؤسا رعایا پر زیادہ تھا۔

نمبر تین اور چار مراعات بظاہر اقتصادی مطالبے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن دراصل یہ باوا کی حق پسندی اور خلوص نیت کا امتحان تھا۔ باوا کو یہ مراعات وقتی طور پر دینی پڑیں [۱۰] اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ مصالحت ہو گئی ہے۔ حتّٰی کہ شاہی خاندان کا ایک لڑکا نیفا شیخ کے پاس شرفِ تلمذ کے لیے بھیج دیا گیا۔ یہ شہزادہ غالباً باوا کا پوتا تھا۔

یہ زمانہ سوڈان میں مسلمانوں کے انحطاط کا دور تھا اور اس بات کا ذاتی مشاہدہ خود شیخ عثمان نے اپنے سفروں میں بخوبی کر لیا تھا۔ اب ان کو جہاں ان کے استادوں کا فیض اظہارِ حق کے لیے اکسا رہا تھا، وہاں ان پر وہ تحریکات اور تحریرات بھی اثر انداز ہو رہی تھیں جو ان سے بہت عرصہ قبل بعض علمائے حق کے ذریعہ ہاؤسا ریاستوں یا وسطی اور مغربی سوڈان میں ظہور پذیر ہو چکی تھیں۔ ان علمائے حق میں امام محمد بن عبدالکریم المغیلی (Almaghili) ایک امتیازی مقام کے حامل تھے۔ یہ بزرگ پندرھویں صدی

۱۰۔ الحاج جنید (وزیر سلطان سکوٹو) تارحین فلانی زاریہ نائیجیریا ۱۹۵۷ء بحوالہ جالنسٹن۔ ممکن ہے کہ یہ تاریخ ہاؤسا یا فافلڈے زبان میں لکھی گئی ہو اور تارحین تاریخ کی بگڑی ہوئی شکل معلوم ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

کے آخر میں شمالی افریقہ سے سوڈان آئے تھے اور ۱۵۰۰ء میں سلطنت سنگھائی کے شہنشاہ محمد اسکیا (Askia) کو انھوں نے اپنے مکتوبات میں ان ظالم قبائل کے خلاف جہاد کی ترغیب دی تھی[11] جن کے نام نہاد مسلمان حکمرانوں کے طرز عمل سے اسلام کو اس زمانہ میں سخت نقصان پہنچ رہا تھا۔ امام المغیلی کے زیر اثر کانو کے مسلمان حاکم محمد رمفا (Rumfa) کی زندگی میں انقلاب آیا تھا اور انھی کی نصیحت پر اس نے سلطان محمد اسکیا کے سامنے ہتھیار ڈال دیے تھے اور اس کو خراج دینا منظور کر لیا تھا۔ کیونکہ اس وقت دین کی سربلندی کے لیے ایسا کرنا ضروری تھا۔ پھر ان کو اپنے دربار میں رکھ کر محمد رمفا ان کی صحبت سے بھی فیض یاب ہوا۔ اس کے لیے شیخ نے ایک کتاب اصولِ شریعت اور اصولِ سیاست پر تحریر فرمائی تھی۔ جو انگریزی زبان میں The obligation of Prince کے نام سے ترجمہ ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

جب شیخ عثمان نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قرآنی حکم کے مطابق وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کیا تو معلم جبرائیل بھی دس سال بعد اپنے دوسرے حج کی برکات سے مستفیض ہو کر واپس آچکے تھے اور شیخ کو ان سے پھر نیاز حاصل ہوا۔ لیکن اب تو خود شیخ بھی ایک اچھے عالم دین ہو چکے تھے اور یہ قربت بجائے علمی استفادہ کے روحانی برکات کے حصول کا ذریعہ بنی۔ شیخ نے اپنی تصنیف اسناد الفقیر المتعارف بالعجز والتقصیر میں شیخ کے ساتھ اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ انھوں نے اس دفعہ استاد سے طریقت کی تعلیم پائی۔ شاذلیہ، خلوتیہ اور قادریہ سلسلوں میں معلم جبرائیل سے اسناد حاصل کیں اور قادریہ سلسلہ میں تو وہ باقاعدہ داخل بھی ہو گئے۔ تصوف میں یہ تربیت خود معلم صاحب نے مصر میں محمد مرتضیٰ بن محمد الحسینی الواسطی سے حاصل کی تھی۔

باوا کے بعد یعقوب اور اس کے بعد نفتا (Nafata) بادشاہ ہوا۔ اس کا بیٹا ینفا (Yunfa) شیخ کا شاگرد رہا تھا۔ مگر بادشاہ بننے کے بعد نفتا بھی باوا اور یعقوب کی روش پر چلا۔ بلکہ ان سے بھی آگے

---

[11] جانسٹن، ص ۱۱، ۴۰، ۱۰۶۔

نکل گیا۔ کیونکہ اس نے یہ حکم دیا کہ وہی لوگ مسلمان رہ سکتے ہیں جو پیدائشی مسلمان ہوں۔ جو لوگ از خود اسلام قبول کریں گے ان کے لیے اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا ضروری نہیں اور نہ ان کو سرکاری طور پر مسلمان تسلیم کیا جائے گا۔ گویا ایک طرح غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کے دروازے ایک مسلمان کہلانے والے بادشاہ نے بند کر دیے تھے۔ دراصل یہ ایک سیاسی حربہ تھا ان علماء سُو کی طرف سے جو خود تو تبلیغ نہ کرتے تھے لیکن شیخ کی تبلیغی کوششوں سے ان کی جماعت کی طاقت کے بڑھ جانے سے خائف تھے۔ ۱۸۰۲ء میں نیفا تخت نشین ہوا۔ اگرچہ تخت نشینی کے موقع پر وہ شیخ کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہوا تھا۔ لیکن دراصل یہ شیخ کی دعوت و ارشاد کا اعتراف نہ تھا، بلکہ اس حمایت پر شکریہ کا اظہار تھا، جو شیخ نے ایک سابق فرمانروا یعقوب کے بیٹوں کے مقابلہ میں اس کی کی تھی[۱۲] شیخ نے اس کی حمایت اس امید پر کی تھی کہ ان کا شاگرد رہ چکنے کی وجہ سے شاید اس کا رویہ ان کی اصلاحی کوششوں کے بارے میں بہتر ہوگا۔ اور ان کے مریدوں اور عام رعایا کے ساتھ اس کا سلوک اچھا رہے گا۔ لیکن نتیجہ اس کے برعکس ظاہر ہوا۔

شیخ امن و امان سے ہی رشد و ہدایت کا کام انجام دینا چاہتے تھے چنانچہ کتاب تنبیہ الاخوان علی الاحوال ارض سوڈان میں اپنی پُرامن کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا کہ "میں کسی حاکم و محکوم کے درمیان خلل ڈالنا نہیں چاہتا اور کسی قسم کے تصادم کو پسند نہیں کرتا۔[۱۳] لیکن ہمیشہ کے طرز عمل سے یہ واضح ہوگیا کہ ہاؤسا حکمران کسی صورت میں بھی راہِ راست اختیار کرنے اور ظلم و تعدی سے باز آنے والے نہ تھے۔"

شیخ عثمان نے اصلاحی رسائل لکھ کر ان غلط کاریوں کی طرف توجہ دلانا شروع کیا جو تمام ہاؤسا ریاستوں میں عموماً اور گابر میں خصوصاً پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ رسالے فولانیوں کی زبان فلفلڈے اور ہاؤسا اور عربی میں لکھے گئے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ایک رسالہ نصائح الامۃ المحمدیہ کے نام سے لکھا جس میں

---

۱۲ ایضاً، ص ۱۳۔

۱۳ Johnstone op. cit., p. 39.

کے بارے میں تقریباً خاموش ہیں۔ اگرچہ انھوں نے شیخ کے اساتذہ معلم جبرائیل اور محمد دان راجی کے بدوران قیام حجاز اس تحریک سے متاثر ہونے کے امکان کا ذکر کیا ہے۔

شیخ عثمان نے بیس سال کی عمر میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ ابتدا اپنے چھوٹے بھائی عبداللہ دان فودی سے کی جو اُن سے نو سال چھوٹے تھے۔ پانچ سال کے بعد ایک جگہ بیٹھ کر درس دینے کے بجائے انھوں نے مختلف مقامات کے سفر کیے اور لوگوں کو اپنے علم سے فیض پہنچاتے رہے۔ پھر زمفارا کے مقام پر لگاتار پانچ سال قیام فرمایا۔ اس کے بعد ڈیگل واپس آگئے جو اُن کا آبائی وطن تھا۔ اس وقت ایک شخص باواجان گورزو Bawa Jan Gwarzo نامی وہاں کا حاکم تھا۔ اس نے شیخ کے استاد معلم جبرائیل کو بہت تنگ کیا تھا اور ریاست بدر بھی کر دیا تھا[7] اس لیے وہ صحرا کے کنارے اگادیس میں مقیم ہوگئے تھے۔ ایک یورپین مصنف C. E. Hopen ہوپن کی کتاب Pastoral Fulbe Family کے مطابق باوا فلانیوں پر بہت ستم روا رکھتا تھا اور ان سے جنگلی ٹیکس بڑی سختی سے وصول کیا کرتا تھا۔ جو ادا نہ کر سکتے ان کے مویشیوں پر قبضہ کر لیتا تھا۔ اب جو شیخ نے عوام اور ہاؤسا حاکموں کی بے دینی اور غیر اسلامی حرکات کے خلاف وعظ کیا تو صاحبانِ اقتدار کی طرف سے سخت مخالفت ہوئی اور ان کو وعظ کرنے اور لوگوں کو وعظ سننے کی ممانعت ہوگئی۔ باوا نے شیخ کو دربار میں طلب کیا[8] تو انھوں نے درباری علما کے برعکس نہایت دلیری سے باوا کو اسلامی شریعت پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی۔ پہلے تو باوا ان کی اس جسارت پر ناراض ہوا اور بعض مورخین کے مطابق ان کو قتل کرنے کی بھی سازش کی[9] لیکن جب اس کا عتاب اور سازشیں ناکام ہوئیں تو مصالحت کی سوجھی اور ایک عید کے موقع پر جب اس نے دربار لگایا تو شیخ کو بھی بلایا اور اپنے درباری علما کو بھی۔ اور سب کو انعام و اکرام دینے کا اعلان کیا۔ دوسرے

---

[7] ٹری منگھم، ص ۱۹۵

[8] جانسٹن، ص ۳۷

[9] 13 Joseph G. Anane, Godfrey Brown, Africa in 19th & 20th centuries, Ibadan University press, 1966, P. 295.

میں بتاتے ہیں کہ عبدالسلام اور ان کے ساتھی نیفا کے ظلم سے بچنے کے لیے ریاست گا بر چھوڑ کر ریاست کیبی کے مقام گمبانا کی طرف چلے گئے تھے اور چونکہ کیبی بھی ایک ہاؤسا ریاست تھی، اس لیے نیفا نے وہاں کے حاکم کو عبدالسلام اور شیخ کے خلاف اکسا کر ان لوگوں کو جو پہلے ہی پناہ کی تلاش میں گھر سے بے گھر ہوئے تھے اپنے حملوں کا نشانہ بنایا۔ کیبی کے فولانیوں نے ان لوگوں کی مدد کی۔ لیکن یہ مغلوب ہو گئے۔ بہت سے قتل ہوئے اور بہت بڑی تعداد میں گرفتار بھی کر لیے گئے۔ ان قیدیوں کو شیخ کی جماعت کے افراد عبداللہ دان فودی کی زیرِ قیادت آزاد کرانے میں کامیاب ہو گئے اور شیخ نے ان کو دیگل میں اپنے پاس پناہ دے دی۔ اس کشمکش کا نتیجہ ایک بڑی جنگ کی صورت میں نکلا جس میں شیخ کو فتح حاصل ہوئی

مجمع البحرین

شیعہ سنی متفق علیہ احادیث

از مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی

یہ کتاب وحدتِ امت کی طرف ایک اہم قدم ہے۔ اس میں وہ احادیث و روایات جمع کی گئی ہیں جو شیعہ اور اہل سنت کے درمیان متفق علیہ حیثیت رکھتی ہیں۔ شروع میں علامہ مفتی جعفر حسین مجتہد کا تعارف و تبصرہ اور علامہ نصیر الاجتہادی کی تقریظ ہے۔

صفحات: ۲۲۲+۲۸، قیمت ۱۷ روپے

ملنے کا پتہ: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور